سید محمد ذوالکفل بخاری

حسنِ انتقاد

دروسِ حرم (جلد اوّل)

تالیف : مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ

(استاذ مسجد الحرام مکہ مکرمہ)

ضخامت : ۳۰۰ صفحات، کتابت، طباعت : عمدہ ۔ اہتمام اشاعت : دارالاشاعت کراچی ۱

حکیم و شاعر اقبال نے کہا تھا

حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج
کہ تار تار ہوئے جامہ ہائے احرامی

اس شعر کا حقیقی تناظر جو بھی رہا ہو" دروسِ حرم" کے مطالعہ کے دوران اس احساس کا غالب آجانا میرے لئے امر واقعہ ہی ہے "مہبط الوحی، مرکز رشد و ہدایت، منبع برکت و سعادت" مسجد حرام میں درس قرآن و حدیث اور تدریس وارشاد اور دعوت واصلاح کے سلسلۂ مبارکہ سے حجاج کرام اور زائرین حرم تو برس ہا برس سے مستفید ہو رہے ہیں لیکن اب ان عربی اور اردو دروس کی شہرت اور ان کے اثرات کی برکت، عرب و عجم کے اماکن اور قریب و بعید کے بلادِ اسلامیہ میں بھی پھیلتی جارہی ہے ۔ یوں گویا مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ اپنی ذات اور خدمات کے حوالہ سے جس قدر معروف ہیں اسی قدر محترم بھی ہیں ۔

ہر خطیب، واعظ، مبلغ، مقرر یا فی الجملہ ہر متکلم کے لئے دورانِ کلام اسلوبِ اظہار کے دو دھاروں میں سے ایک کا انتخاب یا ترجیح" لابدی" سا مسئلہ ہوتا ہے ۔ آسان لفظوں میں ہم انہیں علمیت اور عوامیت سے مملو اسالیب ہی کہیں گے ۔ لیکن کامیاب متکلم وہی گردانا جاتا ہے جو ان دونوں دھاروں سے اس طور انسلاک قائم رکھے کہ اس کی قوتِ اظہار طبقاتی تنگناؤں کی تحدیدات میں اپنا بہاؤ کھو کر نہ رہ جائے " دروسِ حرم" کے علمی رنگ اور عوامی آہنگ کو دیکھ کر تکلم کی اسی اصل روح تک رسائی اور اس کے وصل کی بے پناہ شادکامی اور فرحت حاصل ہوتی ہے ۔ پھر خصوصاً آج کے دور کے تناظر میں کہ جہاں علمیت " فقیہانِ حرم کی بے توفیقی" کا نام ہو کے رہ گئی ہے اور شاعر کا یہ احساس امت مسلمہ کی گذشتہ و آئندہ صدیوں کو محیط المیہ بن گیا ہے کہ

دگر بمدرسہ ہائے حرم نمی بینم
دلِ جنید و نگاہِ غزالی و رازی

اور ادھر عوامیت کا حال بھی اتنا پتلا ہے کہ وہ اپنے خود رو اعتبارات اور معاصر علمیت کی رعایات کے جلو میں اسلامیت کے اس "نقطۂ معراج" کی طرف گرم سفر ہے کہ جس کی حقیقت اس کے سوا کچھ بھی تو نہیں ۔

کمالِ جوشِ جنوں میں رہا میں گرم طواف
خدا کا شکر سلامت رہا حرم کا غلاف

ایسے ماحول میں ، ایسی رُت میں اور ایسے دور میں اللہ کا ایک بندہ مسلسل گذشتہ سترہ برس سے حرم بیت اللہ میں دین و شریعت کی روشن اور مطہر تعلیمات کے اثرات سے آلودگانِ رسوم و بدعات ، دلدادگانِ روایات و خرافات اور فریب خوردگان اوہام و مجازات کے جسم و جان اور دل و نگاہ کو مسلمان کر رہا ہے ۔ اس کی گرمیٔ گفتار کا ما صدق اور ماحصل وہی کلمۂ حق ہے جو اسے اپنے قافلۂ اسلاف سے ورثہ میں ملا ہے ۔ کہ اسی کی روشنی میں چلتے ہوئے اس نے اپنا" قافلۂ افکار" ترتیب دیا ہے ۔" دروسِ حرم" کو اس قافلۂ افکار کا" مقدمۃ الجیش" سمجھ لیجئے ۔ اس کتاب میں شرک فی الحلف ، شرک فی الحج ، شرک فی استلام الحجرالاسود ، شرک فی المجاورۃ والاعتکاف اور مسائل حاضر و ناظر ، علم الغیب ، قدرت و مشیئت ۔ شفاعت و بخشش ، نور و بشر ، گیارھویں شریف وغیرہ کے متعلق اتنا کچھ سمو دیا گیا ہے ۔ کہ ان موضوعات پر یہ کتاب سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے ۔ یقیناً ایسی کتابوں کی ضرورت اس وقت تک موجود رہے گی جب تک لوگوں کو اسلام اور ایمان کی بجائے "کنز الایمان" کے قبول کرنے کی دعوت دی جاتی رہے گی ۔ لیکن میں دست بستہ یہ بھی عرض کروں گا کہ" دروسِ حرم" کی جلد ثانی میں نئے دور اور نئے حالات کی مناسبت سے کچھ دوسرے عنادین پر روشنی ڈالی جائے ۔ نکبت و ادبار کے بادلوں کو اڑا کر لاتی ہوئی

ہواؤں کے رخ سے اور" بے حرم فرنگی تہذیب" کی خفیہ یورش سے بھی" اہلِ حرم کو خبردار کیا جائے خصوصاً" خُدامِ حرم" سے اتنی سی گذارش کرنے میں کیا حرج ہے ؟ کہ

ہو تری خاک کے ہر ذرے سے تعمیرِ حرم
دل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر !